پیار، محبت اور دعاؤں کے ساتھ کی ہوئی نصیحت اثر کرتی ہے۔
رسول کریم ﷺ کی پر اثر نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 /اگست 1994ء بمقام ناصر باغ، گروس گیراؤ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران: 105)

پھر فرمایا:۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ جرمنی کے سالانہ جلسہ کا افتتاح ہو رہا ہے اور گزشتہ کچھ عرصہ سے میرا یہی طریق ہے کہ جمعہ ہی پر افتتاح کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور جمعہ کے مضمون ہی میں افتتاح کے لئے نصائح شامل ہو جاتی ہیں۔ اس جلسے کے ساتھ دنیا بھر میں اور بھی کچھ جلسے، کچھ اجتماعات، کچھ تربیتی کلاسز منعقد ہو رہی ہیں سب کی خواہش ہے کہ ان کا ذکر کر دیا جائے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع چکوال کا چوتھا سالانہ اجتماع کل جمعرات سے جاری ہے اور آج جمعہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوگا۔ اسی طرح ضلع خوشاب کی مجلس انصار اللہ کا اجتماع بھی کل سے جاری ہے اور آج ختم ہوگا۔ ضلع سرگودھا کا سالانہ اجتماع آج منعقد ہو رہا ہے اور ایک ہی دن کا اجتماع ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ماریشس کا ریجنل اجتماع آج 26 /اگست سے شروع ہو رہا ہے، جماعت احمدیہ بیروت کا تیسرا جلسہ سالانہ کل دو دن جاری رہے گا اور 28 /اگست بروز اتوار اختتام پذیر ہوگا۔ جماعت احمدیہ چار کوٹ

جموں 27/اگست سے شروع ہو رہا ہے۔ کشمیر کی تمام مجالس کا مشترکہ سالانہ اجتماع بھی کل 27/اگست بروز ہفتہ سے شروع ہے اور 28/اگست تک جاری رہے گا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ دوبئی ایک جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کر رہی ہے اور اس جلسے کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہے۔ یہ تمام جماعتیں جن کا اعلان کیا گیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ٹیلیویژن کے رابطے کے ذریعے ہمارے اس اجتماع میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے ان کے اجتماعات میں برکت دے اور تمام نیک امنگوں اور تمناؤں کو پورا فرمائے اور اجتماعات کی برکتیں خواہ وہ ایک روزہ ہوں یا دو روزہ یا تین روزہ لمبے عرصے تک ان میں جاری و ساری رہیں۔

جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ چاہئے کہ تم میں سے ایک قوم ایسی ہو جو اس بات پر وقف رہے کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی رہے۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور بری باتوں سے روکتی رہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ایسا کرنے والے ہی ہیں جو ضرور کامیاب ہوں گے۔ پس جماعت احمدیہ کے نصب العین میں یہ بات داخل ہے کہ ہم نیکیوں کی طرف بلائیں، اچھی باتوں کی طرف بلائیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ یہی وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعے ہم نے اسلام کے لئے عالمی جنگ جیتنی ہے اور ان ہتھیاروں کو روزمرہ استعمال کرنا اور عادت بنالینا ہی ایک ایسا اہم فریضہ ہے جو جماعت کو توجہ کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ محض ہتھیار سجالینا ہی کافی ہوتا ہے۔ بعض لوگ پستول لگائے پھرتے ہیں۔ بعض دوسرے ہتھیار ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں مگر جب وقت آتا ہے تو ان کے ہتھیار ان کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ہتھیار کے لئے ایک روزمرہ کی واقفیت، روزمرہ کا انس ان ہتھیاروں سے، ایسی واقفیت کہ جس کے نتیجہ میں از خود وہ ہاتھوں میں بروقت پہنچیں اور صحیح، ٹھیک نشانہ لگاسکیں۔ یہ کام ایسا نہیں جو محض ہتھیار سجانے سے خود بخود آجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جس کے لئے وہ لوگ جو ہتھیاروں کو سمجھتے ہیں اور ان سے واقعۃً فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ان ہتھیاروں کو روزمرہ کی زندگی کا ایسا حصہ بنالیتے ہیں کہ ہر وقت ان سے کھیلتے رہتے ہیں بسا اوقات ایسے نشانہ باز میں نے دیکھے ہیں کہ ہاتھ میں پستول ہے تو بار بار ہاتھوں میں اٹھاتے ہیں اور بار بار

اس کو اچھالتے ، اچانک نشانہ لیتے ، اسی طرح شکاری جو ہوائی نشانہ لینے کی مشق کرتے ہیں وہ کم وبیش روزانہ ہی خالی بندوق سے کھیلتے رہتے ہیں خواہ سامنے کوئی شکار نہ ہو۔

تو نیک بات کی طرف بلانا اور نیک نصیحت کرنا دو مقاصد رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ اپنی آپس میں تربیت کی جائے دوسرے یہ کہ تمام دنیا کو بھلائی کی طرف بلایا جائے جن لوگوں کو روزمرہ ان ہتھیاروں کے استعمال کی عادت نہ ہو وہ دوسری قوموں کو بھی اس طرف بلانے کا سلیقہ نہیں جانتے۔ وہ لوگ جو روزمرہ گھروں میں اس خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے ہتھیار کو صحیح طریق پر استعمال کرنے کی پریکٹس نہیں کرتے ان لوگوں کو باقی دنیا میں بھی ان کو استعمال کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

پس یہ جو قرآن کریم نے نصیحت فرمائی ہے بہت ہی اہم ہے۔ اتنی اہم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف نہیں بلاتے ، جو بدیوں سے روکتے نہیں ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کشتی میں سوار کچھ لوگ ہوں جس کی ایک اوپر کی منزل ہو اور ایک نیچے کی منزل ہو۔ نیچے کی منزل والے اس کشتی کی تہہ میں سوراخ کر رہے ہوں اور اس پر اوپر کی منزل والے روکیں نہیں کہ ہمیں کیا یہ تو نیچے کی منزل میں ہونے والا واقعہ ہے۔ نتیجۃً جب وہ سوراخ ہو جائے تو ان سب نے بہر حال غرق ہونا ہے۔ قوموں کی زندگی ، قوموں کی بقاء کا مسئلہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اس طرح اس کو سمجھا اور سمجھایا۔ پس جماعت احمدیہ کو اس بات کو روزمرہ کا شیوہ بنالینا چاہئے کہ اچھی باتوں کی طرف بلانا شروع کرے اور اچھی باتوں کا حکم دیا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے۔ اس سلسلے میں کچھ احتیاطیں ہیں ، اس خدا تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنے کے کچھ اسلوب ہیں ، کچھ تقاضے ہیں ، جن کو نظر انداز کر کے ہم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں یَاْمُرُوْنَ کا جو لفظ فرمایا گیا ہے اگر چہ اس میں حکم کا مضمون پایا جاتا ہے مگر آنحضرت ﷺ نیک کاموں کی طرف حکماً نہیں بلایا کرتے تھے بلکہ ساتھ دل پر اثر کرنے والی نصیحت کے ذریعے لوگوں کو نیکی کی تلقین فرماتے تھے اور اگر کوئی اس پر عمل نہ کرے تو اس کو سزا دینے کا کبھی آپؐ نے ارادہ نہیں فرمایا بلکہ آپؐ کا دل اس کی حالت پر مغموم ہو جایا کرتا تھا جو نیک بات سن کر بھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ پس عمل سے مراد یہاں نصیحت کرنا ہے نہ کہ تحکّم کے ساتھ

نصیحت کرنا عجز کے ساتھ نصیحت کرنا ہے، نہ کہ تحکّم کے ساتھ کسی اچھی بات کی طرف بلانا ہے اور اسی سنت نبوی میں اس طریق کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ وہ لوگ جو نصیحت کرتے تو ہیں مگر سنت کے مطابق عجز اور انکساری اور محبت اور پیار اور دل کے گہرے جذبے سے نصیحت نہیں کرتے بلکہ ان کے اندر تحکّم پایا جاتا ہے ان کی نصیحت کبھی کامیاب نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات برعکس نتیجہ نکالتی ہے بسا اوقات ایسی نصیحت کرنے والے سوسائٹی میں نفرتوں کے بیج بو دیتے ہیں اور لوگ ایسے نصیحت کرنے والے سے دور بھاگنے لگتے ہیں اسی طرح یہ دیکھا گیا ہے کہ نصیحت کرنے والے بسا اوقات طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں اور نصیحت اس رنگ میں کرتے ہیں گویا جس شخص کو نصیحت کی جارہی ہے وہ تو ہر نیکی سے عاری ہے اور جو نصیحت کرنے والا ہے وہ بڑا متقی ہے اور بہت ہی خدا تعالیٰ کے ہاں معزز مقام رکھنے والا ہے تو اس طرح نصیحت کرتے ہیں جیسے نیچے جھک کر کسی ذلیل آدمی کی طرف انسان نگاہ کرے اور اسے روکے، بسا اوقات کتے کو دھتکارا جاتا ہے کہ یہ کام نہ کرو اس میں ایک امر کا مضمون ہے۔ کتا جب برتن میں منہ ڈالنے لگتا ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کس طرح لوگ سختی سے اس کتے کو دھتکار دیتے ہیں۔ لوگ بسا اوقات اپنی نادانی اور ناسمجھی میں انسانوں سے بھی یہی سلوک کرتے ہیں۔ کوئی بری بات ان سے صادر ہوتے دیکھتے ہیں تو حقارت کے ساتھ اور ڈانٹ ڈپٹ کر اسے اس بات سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم نے نصیحت کا حق ادا کر دیا حالانکہ یہ نصیحت کا حق ادا کرنا نہیں، یہ نصیحت کے برعکس مضمون ہے جو نصیحت کا الٹ اثر پیدا کرتا ہے۔

کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے بعض لوگوں کو طعن و تشنیع کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ اپنے لمبے لمبے خطوط میں مجھے بھی ایسی ہی نصیحتیں کرتے ہیں کہ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے، فلاں جگہ وہ ہو رہا ہے، آپ سختی سے ان کو روکتے کیوں نہیں، آپ ان کو ڈانٹتے کیوں نہیں، آپ ان کو سزائیں کیوں نہیں دیتے۔ فلاں جگہ ہم نے دیکھا کہ ایسی حرکت ہو رہی تھی۔ وہ اپنے مزاج کو میرے مزاج پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں تحدّی پائی جاتی ہے اور یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اگر مجھ سے ان کا یہ سلوک ہے کہ گویا مجھے حکماً یہ فرمایا جارہا ہے کہ فلاں بات یوں ہو رہی ہے، فلاں نے پردہ نہیں کیا ہوا تھا، آپ نے کیوں اس کو پروگرام میں آنے دیا۔ فلاں نے فلاں بے احتیاطی کی تھی، کیوں ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو ٹھیک نہیں کیا گیا؟ اگر مجھ سے یہ طریق ہے تو پھر اپنے ساتھیوں اور عامۃ الناس سے ان کا کیا

طریق ہوگا۔ ایسے لوگ سوسائٹی میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نفرتوں کے بیج بو دیتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طریق سے ہٹ کر ایک غیر طریق اختیار کرتے ہیں جس میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہ لوگ جو اس نصیحت پر عمل کرنے والے ہوں گے خدا وعدہ کرتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ پس نصیحت کے بھی انداز ہیں، اسلوب ہیں، سلیقے ہیں۔ جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی سے سیکھنے ہوں گے اور اسی کردار کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالنا ہو گا۔ پس نصیحت کے ساتھ طعن و تشنیع کو ملانا نصیحت کو برباد کر دینا ہے اور ایسا شخص خود آپ بھی نقصان اٹھاتا ہے۔ وہ جانتا ہی نہیں کہ عمر بھر وہ ایک اندرونی تکبر کا شکار رہا ہے۔ وہ جانتا ہی نہیں کہ اس کا نصیحت کرنا دوسرے کی بھلائی کے لئے نہیں تھا بلکہ اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے تھا۔ یہ بتانا مقصود تھا کہ میں تم سے بہتر ہوں اور اگر یہی طریق ہو نصیحت کا تو ایسی نصیحت کبھی بارآور ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس نصیحت کریں لیکن خلق محمدیؐ کو اپناتے ہوئے، پیار اور محبت کے ساتھ، دلسوزی کے ساتھ، جان گداز کرتے ہوئے، اس طریق پر کلام کریں جو دل پر اثر کرنے والا ہو اور اس کے نتیجے میں واقعۃً پاک تبدیلی پیدا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ میں نیکی کی طرف بلانے والے کا کچھ اپنا بھی تو کردار ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی نیکی اس کی ذات سے اس طرح چھلکے جیسے لبالب پیالہ بھرا ہو تو اس سے کوئی شربت چھلکتا ہو۔ اگر انسان خیر کی طرف بلاتا ہے اور خود مجسم خیر نہیں ہے یا کم سے کم اس خیر کی طرف بلاتا ہے جو خیر اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ نصیحت بھی خواہ عاجزی کے ساتھ کی جائے بالکل بے اثر ثابت ہوتی ہے۔ پس يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ میں ایک دوہرے فائدے کا مضمون ہے۔ جو لوگ بھلائیوں کی طرف بلانے والے ہیں ان کا ضمیر ان کو ہمیشہ ان کی اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور بعض دفعہ اگر ایک انسان مجبوراً ایک منصب پر فائز ہے جہاں اس نے ضرور بھلائی کی طرف بلانا ہے تو اس کی اپنی کمزوریاں بار بار اس کے سامنے آتی ہیں اور اس کے حضور فریادی ہو جاتی ہیں کہ تم دوسروں کو جن نیکیوں کی طرف بلا رہے ہو اپنی ذات کی طرف بھی توجہ کرو۔ اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو سننے والے ہیں وہ ایسے شخص سے کیا سلوک کریں۔ بعض دفعہ ایک شخص

کسی بھلائی کی طرف بلاتا ہے اس کی اپنی ذات میں اگر وہ نیکی ہو بھی تو بعض دفعہ اس کے بچوں میں نہیں ہوتی؟ اس کے حلقہ احباب میں کسی میں نہیں ہوتی، اس کی بیوی میں نہیں ہوتی۔ اس کے عزیزوں میں نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اسلامی طریق کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کا طریق کیا تھا؟ آنحضور ﷺ نے کبھی بھی کسی نصیحت کرنے والے کو تحقیر سے نہیں دیکھا اور تحقیر سے اس کے ساتھ سلوک نہیں فرمایا۔ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے آنحضورؐ کو نصیحت کی اور ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا اور جس بات کی نصیحت کی وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ میں اس سے بہت زیادہ پائی جاتی تھی یہاں تک کہ کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آنحضرت ﷺ کو تلقین کی کہ لین دین کے معاملے درست رکھو اور مالی معاملات اپنے صاف کرو۔ اب آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر اور کون ایسا ہو سکتا تھا بلکہ یہاں تک طعنہ دیا کہ آپؐ کے خاندان کا یہی طریقہ ہے کہ لوگوں کے پیسے لے لیتے ہیں اور پھر واپسی کا نام نہیں لیتے۔ صحابہؓ بہت مشتعل ہوئے۔ بعض اس یہودی کی طرف لپکے کہ اسے سزا دیں مگر آنحضرت ﷺ نے انہیں روک دیا اور صبر کی تلقین فرمائی۔ صرف اتنا کہا کہ ہاں اس کا میں نے کچھ دینا ہے ابھی اس کی ادائیگی کر کے مجھے بری الذمہ کیا جائے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے نہ صرف اس مطلوبہ مال کی ادائیگی فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر دے دیا۔

پس آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی بسا اوقات ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جب آپؐ کو نصیحت کرنے والا خود آپؐ کے مقابل پر ان باتوں میں بہت کمزور اور کچا ہوتا تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو صبر کی نصیحت فرمائی کسی کو اور باتوں کی نصیحت فرمائی۔ اس نے الٹ کر آنحضورؐ کے اوپر یہ حملہ کیا آپ کو کیا پتا صبر کیا ہوتا ہے؟ جس پہ غم پڑے وہی جانتا ہے کہ صبر کیا ہوتا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسے شخص کو ڈانٹا نہیں، کبھی ایسے شخص کو جواب میں طعنہ نہیں دیا کہ تم اپنی حیثیت تو دیکھو اور دیکھو کہ مجھ سے باتیں کر رہے ہو جو ان تمام خوبیوں میں مکارم اخلاق پر فائز کیا گیا ہے، جو اخلاق کی بلند ترین چوٹیوں پر قدم رکھتا ہے۔ کبھی ایک دفعہ بھی آپؐ نے جواباً نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اور صبر کے ساتھ اس نصیحت کرنے والے کی دل آزاری کو بھی برداشت کیا۔

پس یہ بھی ایک پہلو ہے جس کی طرف میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور جرمنی کی جماعت میں اس کی خصوصیت سے ضرورت ہے اگر ایک عہدیدار اپنے عہدے کی مجبوری سے ایک

نصیحت کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان بعض خوبیوں سے عاری ہوں یا اس کے قرب وجوار میں اس کے دوست، عزیز ان خوبیوں سے عاری ہوں جواباً اس پر یہ حملہ کرنا کہ تم اپنی شکل تو دیکھو، اپنا حال تو دیکھو ہمیں جس طرف بلاتے ہو اپنے بچوں کو کیوں ٹھیک نہیں کرتے یہ بھی درست اسلامی طریق نہیں ہے بلکہ ایک نہایت ہی ناپاک ردعمل ہے، ایک ناپاک رویہ ہے جس کے نتیجے میں سوسائٹی میں نفرتوں کے زہر گھولے جاتے ہیں اور نصیحتیں بیکار جاتی ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ نصیحت کا ایک بہت ہی نازک مرحلہ ہے جبکہ نصیحت کرنے والا اپنے فرض کی وجہ سے مجبور ہو، ایسے مقام پر مامور ہو کہ اس کا کام ہے کہ وہ نصیحت کرے۔ ایسے موقع پر دیکھنے والا شاید یہ خیال کرتا ہو کہ اس نے اپنے نفس کو بھلا دیا ہے اور دوسرے کو نصیحت کر رہا ہے مگر میں جہاں تک انسانی نفسیات کو سمجھتا ہوں اس کا یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات ایسے نصیحت کرنے والے اپنے دل میں خود ہی گھلتے ہیں اور غم کھاتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ خدا ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے تا کہ ہم لوگوں کی جن کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کمزوریاں ہماری ذات سے بھی بالکل کلیۃً الگ ہو کر ہمارے وجود کو پاک اور صاف چھوڑ جائیں۔ ایسے ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں کو نصیحت کرتے ہیں ان میں بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ بچوں میں بعض دفعہ وہ وہ خوبیاں دیکھنا چاہتے ہیں جو ان کی ذات میں نہیں ہیں۔ بچوں میں سے وہ کمزوریاں دور کرنا چاہتے ہیں جو بعض دفعہ ان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں تو اگر اس طریق کو بچے اپنا لیں اور بات بات پر ماں باپ کے سامنے زبانیں کھولیں اور کہیں کہ تم میں بھی یہ فلاں بات ہے تم میں بھی یہ فلاں بات ہے تو ساری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے اور کسی کو اپنے گھر میں بھی تربیت کی توفیق نہ ملے۔ پس تربیت کے ساتھ کچھ شرافت کے تقاضے وابستہ ہیں اور وہ شرافت ہے جو تربیت کو فائدہ پہنچاتی ہے اور تربیت کو تقویت دیتی ہے۔ جس کو نصیحت کی جا رہی ہے اس کی شرافت کا تقاضا ہے کہ نصیحت کرنے والے کی کمزوریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے یہ دیکھے کہ بات سچی ہے یا نہیں ہے اگر بات سچی ہے تو وہ موقع طعنہ دینے کا نہیں۔ بات سچی ہے تو کسی اور وقت اس کو اور رنگ میں سمجھایا جائے کہ تم میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے تم اسے دور کرنے کی کوشش کرو۔

پس آنحضرت ﷺ نے نصیحت کے مضمون میں ایک بنیادی بات ایسی فرما دی ہے جس کے نتیجے میں ہم اپنے نصیحت کے کردار کو مزید صیقل کر سکتے ہیں اور چمکا سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا حکمت کی

بات مومن کی گم شدہ اونٹنی کی طرح ہے۔(ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر: 2611) گمشدہ اونٹنی کہاں سے ہاتھ آتی ہے، کون اسے پہنچاتا ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا بلکہ وہ حکمت کی بات کو اپنی بات سمجھتا ہے۔ پس جن لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے ان کو نصیحت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہئے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ نصیحت اچھی ہے یا بُری ہے اگر بُری ہے تو اس سے کنارہ کشی ضروری ہے اگر اچھی ہے تو جواباً طعنہ دینا حسن خلق نہیں ہے بلکہ سوسائٹی سے رفتہ رفتہ نصیحت کی قدروں کو اڑا دینے اور باطل کر دینے کے مترادف ہو جاتا ہے۔ جن سوسائٹیوں میں ناصحین کو طعنے ملتے ہیں ان سوسائٹیوں سے رفتہ رفتہ امر بالخیر اور نہی عن المنکر کا رواج ہی اٹھ جاتا ہے۔ پس سننے والے کے بھی کچھ تقاضے ہیں اور ان کو یادرکھنا چاہئے کہ نصیحت اگر اچھی بات پر مشتمل ہے تو اس نصیحت کو طعن و تشنیع میں اڑانے سے نہ ان کو فائدہ پہنچے گا نہ سوسائٹی کو کچھ فائدہ پہنچے گا بلکہ ان کی ایک نفسانیت ہے جو اور زیادہ موٹی ہو جائے گی، ان کی انانیت ہے جو اور بھی زیادہ پہلے سے بڑھ کر سرکشی کرنے لگے گی۔ پس عجز کا مقام سب سے اچھا مقام ہے۔ عجز کی راہیں سب سے اچھی راہیں ہیں۔ پس نصیحت کرنے والا اگر آپ کی نظر میں بعض ان خوبیوں سے عاری ہو جو وہ آپ میں دیکھنی چاہتا ہے تب بھی شکریہ کے ساتھ ان باتوں کو قبول کریں کیونکہ اس نے باتیں اچھی کہی ہیں جو آپ کے فائدے کی ہیں اور اس وہم کو دل سے نکال دیں کہ نصیحت کرنے والا خود اپنے آپ کو نصیحت نہیں کرتا۔

میں اس بات کا گواہ ہوں ہزارہا احمدی مجھے خطوں میں یہ بات لکھتے ہیں کہ ہم فلاں نیکی کی بات کہنے پر مجبور ہیں۔ اپنے بچوں میں بھی اچھی بات دیکھنا چاہتے ہیں مگر خود کمزوریوں میں ملوث ہیں خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، روتے ہیں اور شرمندہ ہوتے ہیں لیکن اپنی ذات میں ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ان کمزوریوں سے الگ ہوسکیں۔ پس آپ بھی دعاؤں کے ذریعہ ہماری مدد کریں۔ پس ناصح کا ایک چہرہ ایسا ہے جو دنیا کو دکھائی دے رہا ہے۔ ایک چہرہ ایسا ہے جو وہ خود اپنی ذات میں دیکھ رہا ہے اور وہ چہرہ جو ہے بسا اوقات عرقِ ندامت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے، بسا اوقات اپنی ذات میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ پس اس کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں اور حق یہ ہے کہ اس کو اچھا جواب دیں اور اس کے لئے دعا کریں۔ یہی وہ حسن محمدیؐ ہے جس نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ یہی خلق محمدی ﷺ ہے جس کی آج جماعت احمدیہ علمبردار بنائی گئی ہے۔ پس نصیحت کے اسلوب اور

سلیقے خوب باریکی سے سمجھیں اور پہچانیں پھر دیکھیں کہ انشاءاللہ سوسائٹی میں سے کس طرح جلد جلد بدیاں دور ہونی شروع ہوں گی اور خوبیاں ان کی جگہ لینے لگیں گی۔

قرآن کریم نے ہمیں یہ اسلوب سکھایا ہے کہ اگر کوئی تمہیں اچھی بات کہے تو اس سے بہتر بات میں اس کا جواب دو۔ اگر کوئی تحفہ دیتا ہے تو اس سے بہتر تحفہ اس کو دو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں توفیق نہیں کہ ہر تحفہ دینے والے کو اسی طرح جنس کے لحاظ سے بہتر تحفہ دے سکو تو پھر دعا کرو اور اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے کہ تم نے اس تحفے کا حق زیادہ بہتر رنگ میں ادا کر دیا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الزکاۃ) پس نیک نصیحت کرنے والا بھی تو نیک بات کہہ رہا ہے اس کو الٹ کر دل کو چرکا لگانے والی باتیں کرنا حسن خلق کے خلاف ہے، اسلامی تعلیم و تربیت کے منافی ہے۔ پس یہ دیکھیں کہ کسی نے آپ کو اچھی بات کہی ہے یا بُری کہی ہے اگر اچھی کہی ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اس اچھی بات کو بہتر رنگ میں اسے واپس کریں نہ کہ بُرے رنگ میں اور تکلیف دہ رنگ میں واپس کریں۔ اور اگر بُری بات کہی ہے تو بُری بات کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اسوہ یہ تھا کہ صبر اختیار فرماتے تھے اور صبر کے ساتھ بُری باتوں کو برداشت کرنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات دینی غیرت کے تقاضے جواب دینے پر آپؐ کو مجبور کر دیا کرتے تھے جو ایک الگ مضمون ہے لیکن ہر تلخی کو آپؐ نے حوصلے اور صبر کے ساتھ برداشت فرمایا۔ پس یہ وہ سوسائٹی کا Soil ہے یعنی یہ وہ سرزمین ہے جو نیک باتوں کی نشوونما کے لئے تیار کی جاتی ہے اگر نیک باتیں، نیک نصیحتیں سننے والے اچھا ردعمل دکھائیں گے تو یہ ایک زرخیز زمین بن جائے گی جہاں ہر بیج جو گرتا ہے وہ اُگے گا اور نشوونما پائے گا اور اگر اس زمین میں صلاحیتیں ہوں تو بُرے بیج کو قبول کرنے کی بجائے اسے رد کر دے گی اور محض نیکی کا بیج ہے جو قبول کرے گی اور وہ اس کی نشوونما کا موجب بنے گی۔ پس میں اس وقت جماعت کی عمومی سرزمین کی فکر میں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جماعت کی زمین ایک ایسے زرخیز Soil یعنی وہ زمین یا کھیت جن میں چیزیں اُگتی ہیں ایسے زرخیز کھیتوں میں تبدیل ہو جائے کہ جس کے نتیجے میں امر بالمعروف ایک عام رواج پا جائے اور نہی عن المنکر کہنے والا یہ خوف نہ کرے کہ اس کے ساتھ جواباً سختی کا سلوک کیا جائے گا۔ بعض لوگ تو ایسی سختی کا سلوک کرتے ہیں کہ قطع نظر اس کے کہ نیک نصیحت کرنے والا واقعۃً عمل پیرا ہے یا نہیں ان کو نصیحت کی بات پتھر کی

طرح معلوم ہوتی ہے اور جب تک وہ جوابی پتھر نہ ماریں اس وقت تک ان کو چین نہیں آتا حالانکہ نصیحت کرنے والا عاجز، منکسر المزاج، صاف بات کرنے والا ہوتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں خاندانی جھگڑے چل پڑتے ہیں۔

ایک آدمی نے کسی سے کہا یا کسی عورت نے کسی دوسری عورت سے کہا کہ بی بی تمہارا بچہ یہ حرکت کر رہا تھا اسے سمجھاؤ اسے بُری باتوں سے باز رکھو تو نتیجہ یہ نکلا اور جو میں باتیں کہہ رہا ہوں یہ فرضی باتیں نہیں عملاً مجھ تک پہنچنے والے قصے ہیں مجھ تک پہنچنے والے واقعات ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ اس نے جواباً اس کو بڑی سخت گالیاں دیں۔ اس نے کہا تمہارے اپنے بچوں میں ہزار عیب ہیں اور یہ ہیں اور وہ ہیں اور جو عیب نہیں تھے وہ بھی گنوائے خبردار رہو جو تو نے میرے بچوں کی طرف اس آنکھ سے دیکھا! تو ہوتی کون ہے کہ میرے بچوں میں کیڑے ڈالے؟ یہ اس قدر جہالت ہے کہ اس خوفناک جہالت میں کڑوے اور تھوہر کے پھل تو نشوونما پا سکتے ہیں لیکن کوئی اچھا شریف پودا ایسے Soil پہ نشوونما نہیں پا سکتا۔ ہر Soil کا ایک مزاج ہوتا ہے ہر زمین کا ایک مزاج ہوتا ہے اور جس زمین کو Cultivate کر کے تیار کیا جاتا ہے اس زمین میں اچھے پودے نشوونما پاتے ہیں۔ پس جس طرح باغوں کی دیکھ بھال کے لئے ضروری ہے کہ زمین کو خوب تیار کیا جائے کہ اچھے درختوں اور پھل دار درختوں کی نشوونما میں وہ زمین خوب مددگار ثابت ہو۔ ایسی ہی زمینیں ہیں جو اچھے پھل لاتی ہیں جہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہترین فصلیں اُگتی اور بنی نوع انسان کے لئے بھلائی کا موجب بنتی ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کی مثال بھی ایسی ہی ہے اور قرآن نے یہی مثال ہے جو جماعت احمدیہ کی دی ہے۔

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:30) آپ کی مثال ہی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک کھیتی کی سی دی ہے۔ پس کھیتی کی مثالیں دے کر آپ کو سمجھانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ پس مہربانی فرما کر اپنے اندر نصیحت کو پنپنے کے لئے ماحول تیار کریں۔ ہر اچھی بات کے نتیجے میں جھک کر بات کریں، شکریہ ادا کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ وہ شخص کون ہے اور کیسے بات کر رہا ہے اور ہر نصیحت کرنے والے کا فرض ہے کہ نصیحت کے وقت طعن و تشنیع سے کلیۃً پاک ہو اور ایسی بات کرے جس میں اس کی ذات کے تکبر کا، انا کا شائبہ تک بھی نہ رہے، جھک کر بات کرے، پیار سے

بات کرے، ادب سے گفتگو کرے اور کوشش کرے کہ قرآن کریم نے جن خوش نصیبوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہ بھی انہیں میں داخل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اس کے حق میں پورا ہو کہ وہ کامیاب ہونے والا ہے۔ پس جماعت کو کامیابی کے لئے ان تمام نصائح پر عمل کرنا ضروری ہے جو قرآن کریم نے کامیابی کے لئے شرط قرار دی ہیں۔

آج کل خصوصیت سے اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ جماعت جرمنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر تیزی سے نشو ونما پا رہی ہے اور بڑی کثرت سے غیر قومیں جماعت میں داخل ہو رہی ہیں ان کو نصیحت کرنا ہے، ان کو نیک کاموں کی طرف بلانا ہے، ان کو پیار اور محبت کے ساتھ اسلامی آداب سکھانے ہیں۔ پس نصیحت کے انداز اگر آپ آنحضرت ﷺ سے نہیں سیکھیں گے تو پھر آپ نصیحت کا حق ادا کرنے کے اہل نہیں ہیں اور جیسا کہ میں نے ہتھیاروں کی مثال دی تھی جب تک اپنے گھر میں اپنے ماحول میں ان ہتھیاروں کو استعمال نہ کرنا سیکھیں گے اس وقت تک عادتاً آپ میں نصیحت کرنے کا ملکہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ آنحضور ﷺ اپنے قرب وجوار میں ہی نہیں، اپنے گھر میں نصیحت کا آغاز فرمایا کرتے تھے، اپنے بچوں سے نصیحت کا آغاز فرماتے تھے، اپنے اقرباء سے نصیحت کا آغاز فرماتے تھے اور اس طرح آپ ؐ کی فطرت ثانیہ نصیحت کرنا تھا اور وہ نصیحت جو للہ ہوتی تھی وہ گہرا اثر کرتی تھی۔ پس آپ نے بھی آنحضرت ﷺ کے اسلوب اپنا کر دنیا میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں اس لئے نصیحت کو ضرور اپنائیں۔

جماعت جرمنی میں خصوصیت سے اس لئے بھی ضرورت ہے کہ بہت سے ایسے احباب اور خواتین اور بچے مختلف ملکوں سے یہاں آئے ہیں جن کا وہاں اخلاقی معیار بہت بلند نہیں تھا، جن کا روزمرہ گفتگو کا طریقہ بھی کرخت تھا اور ان کی گفتگو میں ملائمت نہیں پائی جاتی تھی۔ یہ ان کے معاشرے کا حصہ تھا یہاں آنے کے بعد یہی عادتیں اگر ان کے اندر جاری رہیں تو وہ نقصان پہنچانے والی ہیں۔ ان کے لئے بھی نقصان کا موجب ہیں اور جماعت کے لئے بھی نقصان کا موجب ہیں۔ آنے والے آپ کی طرف توقعات کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں ایسی توقعات جو بہت بلند ہیں۔ پس آپ اپنے اندر، اپنے ماحول میں، اپنے گھر میں نصیحت کو رواج دیں اس کثرت کے ساتھ نیک باتوں کی طرف بلائیں اس کثرت کے ساتھ بُری باتوں سے روکیں کہ آپ کا اپنا معاشرہ پہلے سے بڑھ کر با اخلاق اور باادب

ہونا شروع ہو جائے۔ با ادب جو میں نے کہا ہے اس لفظ ادب میں محض اردو کا مضمون داخل نہیں بلکہ عربی کا مضمون میرے ذہن میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وہ احادیث جن میں اعلیٰ اخلاق سکھائے گئے ہیں اور محض اخلاق سے تعلق رکھنے والی احادیث ہیں ایسی کتابوں میں جن میں وہ احادیث ہوں کتاب الآداب کہا جاتا ہے اور ادب سے مراد روزمرہ زندگی کا طریقہ ہے۔ خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنا اور خوش اسلوبی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرنا یہ سارا لفظ ادب کے اندر داخل ہے۔

پس جماعت جرمنی میں ادب کے معیار کو بلند کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ چند دن پہلے جب میں ابھی انگلستان ہی میں تھا کسی صاحب نے مجھے جماعت جرمنی کی اسی کمزوری کا طعنہ دیا اور کہا کہ آپ تو باتیں کرتے ہیں بڑی اچھی جماعت ہے، بڑی مخلص جماعت ہے، فدائی ہے، خدمت دین میں ہر معاملے میں آگے قدم بڑھانے والی ہے مگر میرے علم کے مطابق تو ان میں بہت سی اخلاق سے گری ہوئی باتیں ہیں ان کے گھروں میں بھی کوئی ادب کا سلیقہ نہیں ہے اور اپنے ماحول کے لئے کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کرتیں۔ میں نے صبر کے ساتھ اس طعن کو برداشت کیا اور دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ میں جماعت جرمنی کو یہ باتیں سمجھاؤں کہ ان کی روزمرہ کی کمزوریاں بعض لوگوں کے لئے طعن و تشنیع کا سامان مہیا کرتی ہیں اور اگر یہ بات درست ہے جیسا کہ بیان کی گئی تو پھر میں نے ضروری سمجھا کہ جماعت کو توجہ دلاؤں کہ میری نظر میں آپ کا جو بھی مرتبہ اور مقام ہوگا میں امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا کی نظر میں بھی آپ کا وہی مرتبہ اور مقام ہو مگر جو باتیں، جو کمزوریاں میری نظر سے پوشیدہ ہیں اور آپ کو بُری نظر سے دیکھنے والے کی نظر میں نمایاں ہیں ہم دعا کریں کہ اللہ کرے کہ وہ باتیں آپ کے اندر سے غائب ہو جائیں جیسے کبھی ان کا کوئی وجود ہی آپ میں نہیں تھا اور آپ کا ظاہر و باطن پاک اور صاف ہو جائے۔ آپ میں جو خوبیاں ہیں وہ بدیوں کو کھا جائیں یہ بات جو میں نے کہی ہے کہ آپ کی خوبیاں بدیوں کو کھا جائیں یہ اپنی طرف سے نہیں کہی قرآن نے یہی اعلان فرمایا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115) کہ یاد رکھو سچی نیکیاں، حقیقی نیکیاں بری باتوں کو کھا جاتی ہیں۔ پس اگر میری توقعات آپ سے درست ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ درست ہیں تو میں یہ بھی امید رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں کہ قرآن کی اس خوش خبری کے مطابق رفتہ رفتہ آپ کی بدیوں کو آپ کی نیکیاں کھا جائیں گی اور آپ کے اندر سے

بدیوں کی بیخ کنی کا ایک نظام جاگ اٹھے گا اور وہ نظام اندر ہی سے جاگا کرتا ہے۔ باہر کی نصیحت ایسا اثر نہیں دکھاتی جیسا کہ اندر سے جب بدیاں دور کرنے کا نظام جاگتا ہے تو اثر دکھاتا ہے۔ آپ کی ذات میں ایک شعور بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ آپ کی ذات میں اس احساس کے جاگ اٹھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے اپنی کمزوریوں کو کم کرنا ہے اور اپنی خوبیوں کو بڑھانا ہے۔ اگر یہ سلسلہ آپ شروع کر دیں تو آپ پہلی نصیحت اپنی ذات کو کریں گے اور یہیں سے اس ہتھیار کو چلانے کا سلیقہ سیکھیں گے۔ اپنی ذات میں ڈوب کر، اپنے اندرونے میں خوب پھر کر جائزہ لیں کہ آپ میں کیا کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور کسی نہ کسی کمزوری کو دور کرنے کا فیصلہ کریں اور بار بار اپنے آپ کو یاد کرائیں کہ یہ کمزوری اب پھر سر اٹھا رہی ہے، اور پھر سر اٹھا رہی ہے، اور پھر سر اٹھا رہی ہے اور ہر دفعہ اس اٹھتے ہوئے سر کو دبانے کی کوشش کریں۔ دعاؤں کے ساتھ، انکسار اور محنت اور کوشش اور صبر کے ساتھ، تو میں یقین رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے اندر بہت ہی پاک تبدیلیاں پیدا فرما دے گا۔

ایسا نصیحت کرنے والا جو اپنی ذات کو نصیحت کرتا ہے۔ ایسا نصیحت کرنے والا جو اپنی ذات کو نصیحت کرتے ہوئے نصیحت کے آداب سیکھتا ہے وہ دوسروں کو نصیحت کرنے کا بہترین اہل بن جاتا ہے اور یہ وہ مضمون ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جب اپنی ذات کو نصیحت کرتے ہیں تو کبھی آپ کی نصیحت آپ کی ذات کو بری نہیں لگتی کیا وجہ ہے؟ اس لئے کہ ایسی اپنائیت ہے کہ گویا ایک ہی وجود ہے جو نصیحت کرنے والا ہے اور ایک ہی وجود ہے جس کو نصیحت کی جارہی ہے۔ ان کے درمیان دوئی کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ پس جب اس بات کو آپ سمجھیں کہ آپ جب اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں تو کیوں وہ نصیحت آپ کو بری نہیں لگتی آپ کو اس غور کے نتیجہ میں دوسروں کو نصیحت کرنا آ جائے گا۔ آپ جب اپنی کسی برائی کو دیکھتے ہیں تو اپنی ذات میں اپنے وجود کو بار بار جھنجھوڑتے ہیں اور سمجھاتے ہیں مگر گالیاں دے کر نہیں بلکہ بے قراری کے ساتھ، بے چینی کے ساتھ، شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اور اپنائیت کے ساتھ یہاں تک کہ آپ کا نفس خود آپ کے خلاف کبھی بغاوت نہیں کرتا اور پھر دعا کرتے بھی ہیں اور دعا کرواتے بھی ہیں اور مسلسل اس بات کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں کہ وہ بدی دور ہو۔ جب تک دور نہ ہو آپ نصیحت سے باز نہیں آتے۔ یہی وہ کامیاب طریق ہے یہی وہ صحیح طریق ہے جس سے آپ دوسروں کی بدیاں دور کر سکتے ہیں۔

جب دوسروں کو نصیحت کریں تو اپنے تجربوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی ذات میں ڈوب کر جو سبق آپ نے سیکھے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی نصیحت کریں کہ دوسرا یہ سمجھے کہ آپ اس سے بالا کوئی الگ ذات نہیں ہیں بلکہ اس کے وجود کا ایک حصہ ہیں اور گہری ہمدردی اور اپنائیت کے ساتھ آپ اسے نصیحت کر رہے ہیں اور پھر اگر وہ نہ مانے تو چھوڑنا نہیں مگر غصے کا اظہار نہیں کرنا۔ جس طرح آپ کا نفس جب آپ کی بات نہیں مانتا تو آپ اسے چھوڑتے نہیں مگر غصے کا اظہار بھی نہیں کرتے، مسلسل محنت کرتے چلے جاتے ہیں۔ فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:10) میں یہی مضمون ہے جو میں بار بار آپ کے سامنے کھول چکا ہوں کہ نصیحت کریں اور کرتے چلے جائیں، نصیحت سے چمٹ جائیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر:5) ایسے لوگ بن جائیں جن کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ وہ صبر کے ساتھ اچھی باتیں کہتے چلے جاتے ہیں تو جیسے اپنی ذات میں آپ صبر کرتے ہیں ویسے ہی دوسروں کی ذات میں بھی صبر سے کام لیں اور پیار اور محبت کے ساتھ مسلسل سمجھاتے چلے جائیں اور ان وقتوں کا انتظار کریں جب انسان کا وقت، انسان کی روح، انسان کا دل نصیحت کو قبول کرنے کے لئے خاص طور پر آمادہ ہوتا ہے اور ہر حال میں انسان جس کو نصیحت کی جاتی ہے جب غم زدہ ہو تو وہ نصیحت کام آجاتی ہے، اگر خوف زدہ ہو تو وہ نصیحت کام آجاتی ہے۔ انسان کی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں اور ان بدلتی کیفیتوں میں نصیحت کا اثر پذیر ہونا بھی ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اگر اپنی ذات پر آپ غور کریں تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ بعض دفعہ بعض بدیاں آپ اپنی جان سے چھڑا نہیں سکے مگر کسی صدمے کی حالت میں، کسی خوف کی حالت میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ اس بدی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ کو کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایک انسان ایک مشکل میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس خوف کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بھی عہد کرتا ہے کہ اے خدا مجھے اس مشکل سے بچالے تو میں اس بدی کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دوں گا یا اس بدخیال سے باز آجاؤں گا اگر تو مجھے اس سے بچالے گا۔ ایسے بھی بہت سے واقعات ہیں جو احادیث میں ہمیں ملتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے نصیحت آموز باتیں جو بیان فرمائیں ان میں اس قسم کی بھی کئی باتیں ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ بعض خاص وقت ہوتے ہیں جن میں بعض نصیحتیں زیادہ گہرا اثر کرتی ہیں۔ پس وقتوں کے لحاظ سے، مناسبتوں کے لحاظ سے نصیحت کرنا یہ بھی ایک فن ہے اور اس کے مطابق کسی

انسان کی ذہنی اور قلبی کیفیت کے مطابق نصیحت کرنا یہ بھی ایک اہم فن ہے۔ جو نصیحت کے کار آمد ہونے میں ایک بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک انسان کبھی کسی موڈ میں ہوتا ہے، کبھی کسی موڈ میں ہوتا ہے۔ اس کے مزاج بدلتے رہتے ہیں اس کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں اگر غلط حالت کے وقت آپ کوئی بات کریں تو وہ اثر انداز نہیں ہوگی اس لئے موقع اور محل اور موسم کے مطابق بات کرنا بھی صحیح نصیحت کا ایک لازمی جز ہے جس کے بغیر نصیحت صحیح معنوں میں فائدہ نہیں دیتی یا پھل نہیں لاسکتی۔ دیکھیں اگر آپ گندم کے بونے کے موسم میں خریف کی فصلیں بونے کی کوشش کریں تو اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ جو ربیع کی فصلوں کا وقت ہے اس میں ربیع کی فصلیں ہی کام آتی ہیں جو خریف کی فصل کی کاشت کا وقت ہے اس میں خریف کی فصلیں ہی کاشت کی جاتی ہیں حالانکہ زمین وہی ہے اور بظاہر موسم بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے اب دیکھیں سردیوں سے جب آپ گرمیوں میں داخل ہوتے ہیں تو بظاہر موسم تو ویسا ہی ہے جیسا جب گرمیوں سے سردیوں میں داخل ہوتے ہیں۔ فضا ویسی ہی درمیانہ درجے کی خنک یا گرم ویسے ہی اس کے اندر خاص قسم کی اثر انداز باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ہم ان کی تفصیل نہیں بیان کر سکتے۔ مگر گرمی سے سردی میں داخل ہو رہے ہوں یا سردی سے گرمی میں داخل ہو رہے ہوں فضا کی لہریں تقریباً ویسے ہی دل پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہیں اور ٹمپریچر اگر دیکھا جائے تھرمامیٹر کے ذریعے تو اس میں بھی کم وبیش ویسے ہی ٹمپریچر یا درجہ حرارت نظر آئیں گے جیسے چھ مہینے پہلے کے موسم میں تھے غرضیکہ انسان اپنے معائنے کے ذریعے کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود کچھ فرق ہیں اور بیج ان کو پہچانتے ہیں اور زمین ان کو پہچانتی ہے اور وہ لوگ جو تجربے سے جانتے ہیں وہ اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یہ فرق کیا ہے ان کو یہ پتا ہے کہ ربیع کے موسم میں ربیع کی فصلیں کاشت کرنی ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ خریف کے موسم میں خریف کی فصلیں کاشت کرنی ہیں۔ پس اسی طرح انسانی طبیعتوں کا حال ہے۔

بعض خاص اوقات قوموں پر آتے ہیں جب خاص قسم کی نصیحتیں ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض خاص حالات افراد پر آتے ہیں جب خاص قسم کی نصیحتیں ان پر اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ گہرے مطالعہ کا مضمون ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انسانی فطرت میں خدا تعالیٰ نے یہ ملکہ بھی ودیعت کر دیا ہے کہ فلسفیاتی لحاظ سے آپ اس مضمون کی باریکی کو سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یہ جان لیتے ہیں کہ کوئی کس موڈ

میں ہے؟ اس سے کیسے بات کرنی چاہئے؟ ایک چہرے پر غم کے آثار ہیں تو کسی بہت بڑے فلاسفر کی ضرورت تو نہیں کہ ان غم کے آثار کا باریکی سے مطالعہ کرے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ لطیفے کی بات مناسب ہے کہ نہیں۔ غم کی کئی قسمیں ہیں، کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، کئی دفعہ فکر سے بھی ویسے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے غم سے ہوتے ہیں لیکن چہرے کا مزاج بتا دیتا ہے کہ اس وقت کیسی بات کرنی ہے اور کیسی نہیں کرنی۔ پس نصیحت میں یہ ساری باتیں دیکھی جاتی ہیں کئی دفعہ کسی کی موجودگی یا عدم موجودگی کا بھی نصیحت پر بہت اثر پڑتا ہے۔ بھری مجلس میں آپ ایک بات کہیں تو اس کا اور ردعمل ہوتا ہے الگ بات کریں تو اور ردعمل ہوتا ہے۔ جرمنی ہی سے مجھے کسی نے ایک ٹرکش میٹنگ کے متعلق لکھا تھا کہ ہم نے بہت سے ٹرکش احباب بلائے اور جیسا کہ آپ نے کہا تھا ٹرکش علماء کو بھی بلاؤ اور جب ہم نے تبلیغی گفتگو شروع کی تو ٹرکش عالم صاحب چونکہ ان کو جواب نہیں آتا تھا اپنے سارے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اب یہ ایک مثال ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ نصیحت کا مضمون کتنے گہرے باریک مطالعہ کو چاہتا ہے۔ میں نے ان کو یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ٹرکش علماء کو ان کے مریدوں کی موجودگی میں بلا کر ان سے بحثیں کریں۔ میں یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں میں ایک انانیت پائی جاتی ہے۔ تقویٰ کا وہ اعلیٰ معیار نہیں ہے اگر یہ دیکھیں گے کہ ہمارے مریدوں کے سامنے ہماری سبکی ہو رہی ہے تو سب کو ساتھ لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور چاہے قرآن کی دلیل سے ہار کھا رہے ہوں، ان کا نفس اپنے آپ کو ذلیل ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ پس حکمت کے تقاضے بہرحال پورے کرنے ہیں اور نصیحت کرتے وقت حکمت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ نصیحت میں اپنی ذات میں ایک ایسی بات پائی جاتی ہے کہ سننے والا طبعاً اس کے خلاف ردعمل دکھائے گا۔ پس ایسی طرز سے نصیحت کرنا کہ اس کے ردعمل کا کوئی امکان باقی نہ رہے اور طبعی منافرت کے باوجود وہ شخص نصیحت کو قبول کرے یہ وہ فن ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اس کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔ غیر معمولی اثر کرنے والی نصیحت ہوتی تھی آنحضورؐ کی اور بظاہر اس نصیحت کو کسی فصیح و بلیغ کلام سے سجایا نہیں گیا مگر عام سادہ جملے بھی دلوں میں ڈوب جاتے تھے اور حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا کرتے تھے۔ کوئی دیکھنے والا یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ کلام مرصع نہیں، یہ خاص سجایا نہیں گیا لیکن امر واقعہ

یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کی تعریف سے ایسا شخص ناواقف ہوتا ہے۔ فصیح و بلیغ کلام کی تعریف یہ ہے کہ موقع اور محل کے مطابق ہو۔ پس وہی نصیحت فصیح و بلیغ ہے جو بظاہر الفاظ سے مرصع نہ ہو اور ظاہری الفاظ کی سجاوٹ اس میں نہ پائی جائے مگر اس کے اندر Penetrate ہونے کی، سرایت کرنے کی صلاحیت پائی جائے۔ وہ چند سادہ الفاظ بڑے بڑے فصیح و بلیغ کلام پر بھی فوقیت لے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہی انداز تھا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ وہ دل سے نکلتی تھیں اور دلوں میں ڈوب جاتی تھیں۔ یہ جو میں نے کہا ہے دل سے نکلتی تھیں اور دلوں میں ڈوب جاتی تھیں یہ اس کا سب سے اہم پہلو ہے کیونکہ وہ نصیحت جو دل سے نہ نکلے وہ دلوں میں ڈوبنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہر نصیحت دل سے اٹھتی تھی اور لازماً دل تک پہنچتی تھی۔

دوسری اہم بات آپ کی نصیحتوں میں یہ ملتی ہے کہ آپ کی ہر نصیحت آپ کے کردار سے اٹھتی تھی۔ صرف دل سے نہیں اٹھتی تھی آپ کے کردار سے اٹھتی تھی اور کردار پر اثر انداز ہو جایا کرتی تھی۔ زندگی بھر آپ نے کبھی ایک ادنیٰ سی بات بھی ایسی نہیں فرمائی جو آپ کے کردار کا ایک لازمی حصہ نہ ہو اور کسی ایسی بدی سے نہیں روکا جس سے آپ کا نفس پاک نہ ہو۔ پس نصیحت کے لئے جو سب سے زیادہ مؤثر دو محرکات ہیں وہ آپ کی نصیحتوں میں ملتے تھے اول یہ کہ دل سے اٹھتی تھی اور لازماً دل پر اثر انداز ہوتی تھی۔ دوسرے کردار سے اٹھتی تھی اور لازماً کردار پر قبضہ کر لیتی تھی۔ پس ان دو پہلوؤں سے اپنی نصیحتوں کو طاقت عطا کریں۔ آنحضرت ﷺ کی چند پاک نصیحتوں پر میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں۔ یہ وہی سلسلہ ہے جو میں نے پہلے سے شروع کر رکھا ہے۔

آنحضور نے ایک موقع پر فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا، فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہونا، اس کی دعوت قبول کرنا اور اگر وہ چھینک مارے اور الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب یرحمک اللہ کی دعا کے ساتھ دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کہے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دے۔ (بخاری کتاب الاستیذان: 5766)

اب آپ نے یہ جو نصیحتیں سنی ہیں اکثر آپ میں سے یہ سمجھتے ہوں گے کہ عام چھوٹی چھوٹی

سی باتیں ہیں کیا فرق پڑتا ہے ان کے کرنے سے اور ان سے کیا نمایاں تبدیلی سوسائٹی میں ہو سکتی ہے، مگر ایک ایک کر کے اس پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ایسی نصیحتیں ہیں سوسائٹی کی کایا پلٹ سکتی ہیں۔ سب سے پہلے فرمایا کہ سلام کا جواب دینا۔ اب آپ کو کوئی السلام علیکم کہتا ہے تو وعلیکم السلام کہہ ہی دیتے ہیں مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا تو آپؐ جس رنگ میں سلام کا جواب دیا کرتے تھے وہ مجسم دعا ہوا کرتی تھی محض منہ سے وعلیکم السلام نہیں کرتے تھے۔ پس حضور اکرمؐ سے جو باتیں سنتے ہیں یہ یاد رکھیں کہ آنحضورؐ ان باتوں کو خود کس رنگ میں بجالاتے تھے اور کس رنگ میں وہ بات خود کیا کرتے تھے۔ ایک ایسا شخص جس کو سلام کہا جائے وہ بعض دفعہ خود بخود بغیر سوچے سمجھے وعلیکم السلام کہہ دیتا ہے اور پورا لفظ بھی ٹھیک نہیں بولتا وعلیک سلام اور بعض دفعہ سر ہلا دیتا ہے کہ ہاں ٹھیک ہے مجھے سلام پہنچ گیا ہے۔ گویا وہ بڑا مرتبہ رکھتا ہے اور سلام کہنے والا چھوٹا مرتبہ رکھتا ہے مگر آنحضورﷺ ہمیشہ سلام کو دعا کے طور پر لیتے تھے اور دعا کے رنگ میں اس کا جواب دیتے تھے۔ پس ہر دفعہ جب آپ وعلیکم السلام کہتے ہیں یا السلام علیکم کہتے ہیں تو آپ کے دل سے اگر یہ تمنا واقعۃً اٹھتی ہے کہ اس شخص کو سلامتی نصیب ہو اس شخص پر اللہ کی سلامتی کا سایہ رہے تو ایسا شخص آپ کے شر سے بھی خود بخود محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ سچے دل سے دعا کرنے والا اس کے برعکس نہیں چاہ سکتا۔ پس اگر غور کر کے آپ سلام کو رواج دیں اور سلام کا جواب سلام میں دل کی گہرائی سے دیں تو یہ قطعی بات ہے کہ سچے دل سے وعلیکم السلام کہنے والا کبھی اس شخص کے حق میں شر کی بات نہیں سوچ سکتا جس کو وہ سلام کی دعا دیتا ہے ورنہ وہ اول درجے کا منافق ہوگا، ورنہ اس کا جواب حقیقت میں جواب نہیں بلکہ ایک منافقت کا اظہار بن جاتا ہے تو آپؐ نے فرمایا حق ہے مسلمان کا تم اس کے سلام کا جواب دو یعنی اس کو دعا دو اور اسے سلامتی کا یقین دلاؤ اور اس کے لئے سلامتی کی دعا مانگو۔

پھر فرمایا کہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو ہمارے ہاں عیادت کا رواج ہے مگر مسلمان کے حق کے طور پر نہیں بلکہ بڑے آدمی کی عیادت کی جاتی ہے، دوست کی عیادت کی جاتی ہے اور کسی کا سوسائٹی میں کوئی مرتبہ ہو یا کوئی اپنا قریبی ہو تو اس کی عیادت کی جاتی ہے۔ آنحضرتﷺ یہ نہیں فرما رہے کہ اپنے دوستوں کی عیادت کرو اپنے سے بڑے لوگوں کی عیادت کرو۔ آپؐ فرماتے ہیں مسلمان کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے۔ پس اگر کوئی ایسا غریب انسان ہے، بے سہارا ہے،

لاچار ہے، اس کی عیادت نہیں ہو رہی اور صاحب اثر لوگوں کی عیادت ہوتی ہے تو آنحضرت ﷺ کی نصیحت پر عمل نہیں ہوا۔ پس عیادت کے مضمون سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان کا بحیثیت سوسائٹی یہ فرض ہے کہ اپنے میں سے کسی کو بغیر عیادت کے نہ رہنے دے اور بے سہارا نہ رہنے دے اگر اس بات کو آپ رواج دیں گے تو کتنے ہی ایسے ہیں جن کی بیماری کی تلخیاں دور ہونی شروع ہو جائیں گی، ان کو سکون نصیب ہو جائے گا جبکہ اس وقت اس میں کمی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آئے دن مجھے کبھی ہندوستان سے کبھی، بنگلہ دیش سے، کبھی پاکستان سے، کبھی افریقہ سے ایسے خطوط ملتے ہیں کہ میں ایک کمزور، ناچار، بیمار ہوں۔ کوئی مجھے نہیں پوچھتا اور بعض لوگ لکھتے ہیں خدا کے سوا میرا کوئی نہیں رہا۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ اگر واقعۃً آپ نے یہ بات سچی کہی ہے کہ خدا کے سوا آپ کا کوئی نہیں تو مبارک ہو کہ آپ کا سب کچھ ہے لیکن اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ خدا کا کیا فرق پڑتا ہے دنیا نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور خدا میرے ساتھ کا مطلب ہے کہ کوئی بھی میرے ساتھ نہیں رہا تو آپ نے خود اپنا ہمیشہ کے لئے نقصان کر دیا ہے۔ لیکن بات سمجھانے کے بعد میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں اگر میرے علم میں کوئی ایسے ذی اثر صاحب ثروت ہوں جو اس کے قریب رہتے ہوں ان کو توجہ دلاتا ہوں اور بعض دفعہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں خصوصیت سے ایسے شخص کی عیادت کے لئے احمدیوں کو بھجواتا ہوں یا نظام جماعت کو کہتا ہوں کہ وہ کسی کو بھجیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیشہ اس کا بہت ہی نیک نتیجہ نکلتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو اپنے آپ کو بے سہارا سمجھ رہا ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ کوئی میری عیادت کی فکر اس لئے نہیں کر رہا کہ میں بے حقیقت چیز ہوں۔ اچانک اس کے اندر ایک نیا اعتماد اٹھ کھڑا ہوتا ہے اس کے اندر ایک حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد سہارے والا ہے اور جو اس جماعت کا فرد ہے اس کو ایک ضمانت ہے کہ وہ اکیلا نہیں چھوڑا جائے گا۔

پس آنحضرت ﷺ نے جو نصیحت مسلمان کو بحیثیت مسلمان کی ہے اس کی حقیقت کو سمجھیں اور اپنی سوسائٹی میں جہاں بھی آپ ہیں یہ رواج قائم کر دیں کہ کوئی غریب سے غریب انسان بھی بیماری کے وقت بے سہارا نہیں چھوڑا جائے گا۔ جب آپ اس کی عیادت کو جائیں گے تو اس کے ساتھ بہت سے اور فائدے بھی مضمر ہیں عیادت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ پوچھ آئے کیوں جی کیا حال ہے اس نے کہا بہت برا حال ہے اور آپ گھر کو واپس آ گئے۔ یہ میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جو میں نے

تجربے سے سیکھی ہے جب ایک کمزور اور غریب کی عیادت کو آپ جاتے ہیں تو اور بھی بہت ساری باتیں آپ کے سامنے آجاتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نصیحتیں حکمتوں کا خزانہ تھیں اور ہیں اور رہیں گی۔

کئی دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ مجھے بحیثیت ہومیو پیتھ کے کسی نے بلا بھیجا کہ فلاں بیمار ہے گھر میں کوئی ڈاکٹر اور میسر نہیں آرہا یا ہم میں طاقت نہیں ہے کہ ہم علاج کرواسکیں اور مریض آپ کے پاس نہیں آسکتا اس لئے آپ خود آکر اسے دیکھیں اور اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، میں نے جا کر دیکھا تو اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ عیادت کیا ہوتی ہے۔ صرف بیماری کا مسئلہ نہیں تھا خوراک کا بھی مسئلہ تھا۔ صرف بیماری کا مسئلہ نہیں تھا اس کے عمومی گھر کے حالات اور رہن سہن کا بھی مسئلہ تھا جو مکھیوں اور مچھروں میں گھرا ہوا مریض جس کے گھر میں بچے بھوک سے بلبلاتے اور شور کرتے ہوں اس کی عیادت کا یہ مطلب کہاں سے ہو گیا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ اس کی عیادت کا تو یہ مطلب ہے کہ جب آپ اس کی عیادت کو جائیں تو آپ کے دل سے ایک ہمدرد، ایک سچا عیادت کرنے والا مسلمان بیدار ہو کر اٹھ کھڑا ہو اور آپ اس کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھیں اس کی دوسری چیزیں بھی ساتھ پوری کریں جن کی ان کو ضرورت ہے۔ یہ مفہوم ہے آنحضور ﷺ کا کہ اپنے بھائیوں کو بغیر عیادت کے نہ چھوڑنا کیونکہ ایک مریض جب لاچار اور بے سہارا سوسائٹی میں اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے کہ گویا وہ اپنی موت کے انتظار کے لئے بنایا گیا تھا جب ایک سچا مسلمان اس کی عیادت کو جاتا ہے تو اس کی اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ میں یہ بہت خوبی پائی جاتی تھی۔ میں کثرت سے ایسے صحابہؓ کو جانتا ہوں کہ جب وہ عیادت کو جایا کرتے تھے تو دوسری ضرورتیں بھی ساتھ پوری کیا کرتے تھے اور واپس آکر بعض دفعہ نظام کو بھی متوجہ کرتے تھے کہ فلاں ایک مریض ایسا ہے جس کو اس اس چیز کی ضرورت ہے۔ پس عیادت کا جو مضمون آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے اس میں سوسائٹی پر سوسائٹی کے ہر ممبر کا ایک حق ہے جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

پھر فرمایا فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہو۔ اب جنازہ تو پڑھا ہی جاتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ کوئی نہ کوئی دو دو چار چار آدمی تو مل ہی جاتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئی بڑا آدمی فوت ہو تو ہجوم در ہجوم لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور کوئی غیر معروف شخص کوئی غریب

انسان فوت ہو تو بعض دفعہ مسجدوں میں اعلان کرنے پڑتے ہیں اور یہ بھی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس پر میں خود گواہ ہوں۔ مجھے یاد ہے ربوہ میں بعض دفعہ سخت گرمی میں ظہر کے وقت ایک جنازہ آتا تھا اور لوگ سلام پھیر کر چونکہ وہ شخص معروف نہیں ہوتا تھا اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے اور اعلان کرنے والا بے چارہ اعلان کرتا رہ جاتا تھا کہ جنازے کے لئے آدمی نہیں مل رہے آپ آئیں اس شخص کا جنازہ پڑھیں اور جنازہ پڑھتے بھی تھے تو رخصت ہو جاتے تھے۔ پڑھ کر ساتھ دفنانے کے لئے نہیں جاتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کتنے شفیق اور مہربان تھے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی کی تفصیلی ضروریات پر نظر تھی زندوں کی ضروریات پر بھی نظر تھی بیماروں کی ضروریات پر بھی نظر تھی اور ان کی ضروریات پر بھی جو شیطان بن جایا کرتے تھے اور زندوں سے مردوں میں چلے جایا کرتے تھے۔ پس مرنے کے بعد کے حقوق بھی آپؐ نے کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھے اور میں جانتا ہوں اس زمانے میں جس کی میں بات کر رہا ہوں بہت سے ایسے مخلصین تھے نوجوان بھی اور بوڑھے بھی کہ ایسے جنازوں کے ساتھ ضرور جاتے تھے اور وہی ہیں درحقیقت جو آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو سمجھتے اور اس کا حق ادا کرنے والے تھے اور وہی چند لوگ ہیں جو ساری امت کے لئے کفایہ ہو جایا کرتے تھے۔ پس آپ اس بات کو بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور دل میں جاگزیں کر لیں کہ جب غریب مرتا ہے تو اس کا بھی یہی تقاضا ہے، جب بے سہارا مرتا ہے تو اس کے بھی کچھ حقوق ہیں آپ پر۔ ان حقوق کو ادا کرنا امت مسلمہ کا فرض قرار دیا گیا ہے اور اپنے غریب سے غریب بھائی کا بھی اتنا حق تو ضرور ادا ہونا چاہئے کہ جب کوئی مر جائے تو کم از کم اس وقت بھی اس کی مصاحبت کریں۔ اگر زندگی میں آپ کو مصاحبت کی توفیق نہیں ملی تو مرنے کے بعد ہی سہی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی شخصیت کے یہ دو پہلو ہیں جو ایک ہی شخصیت میں ابھرتے ہیں۔ جو شخص غریبوں کی عیادت کرنے کا سلیقہ رکھتا ہے وہ مردے کے حقوق ادا کرنے کا بھی سلیقہ رکھتا ہے۔ جو زندوں کو چھوڑ دیا کرتا ہے وہ مردوں کو بھی چھوڑ دیا کرتا ہے۔ پس اس بات کو بھی رواج دینا بہت اہم ہے کہ اپنے غریب بے سہارا لوگوں کے جنازوں میں بھی شامل ہوں اور یہ ساری نصیحت درحقیقت بالآخر ان لوگوں کے حقوق کی طرف توجہ دلا رہی ہے جو سوسائٹی کا سب سے کمزور حصہ ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ یہ بھی اس کا حق ہے اس پر فرض ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کرے۔ اب امیر

آدمی کی دعوت قبول کرنا کون سی نیکی ہے۔ اچھے کھانوں کی طرف بلایا جائے تو ان کھانوں کی طرف جانے پر لبیک کہنا بھلا کون سی نیکی ہے۔ آنحضرت ﷺ جو فرمارہے ہیں یہ اور بات ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا غریب بھائی تمہیں اپنے گھر دعوت پہ بلاتا ہے تو اس کی غربت کی وجہ سے اس کا انکار نہ کردینا خواہ اس کے گھر سے کچھ بھی ملنے کی توقع نہ ہو۔ پس آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر جیسا کہ میں پچھلے خطبہ میں بھی بیان کر چکا ہوں فرمایا کہ اگر ایک پائے کی دعوت بھی ہو۔ یعنی ایک بکری کے پاؤں کی دعوت بھی ہو اس کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ یہاں سارا دلداری کا مضمون ہے، بے سہارا لوگوں کے سہارا بننے کا مضمون ہے۔ پس ایسی دعوت جو اپنے روزمرہ کے کھانے کے معیار سے بہت گری ہوئی ہوتی ہے اس کو دعوت کی خاطر قبول نہیں کیا جاتا یعنی کھانے کی خاطر تو قبول نہیں کیا جاتا بلکہ دلداری کی خاطر قبول کیا جاتا ہے۔ پس آپؐ نے جہاں فرمایا کہ دعوت قبول کرو مراد یہ ہے کہ تکبر کی راہ سے کسی غریب سے غریب آدمی کی دعوت کا رد نہیں کرنا ہاں اگر ایسی مجبوری ہے کہ بڑے آدمی کی دعوت بھی تم رد کرتے ہو ان مجبوریوں میں تو پھر یہ کوئی گناہ نہیں یہ جائز ضرورت ہے لیکن محض اس لئے کہ کوئی شخص غریب ہے اس کی دعوت رد کرنا یہ مسلمان کا دوسرے مسلمان کی حق تلفی کے مترادف ہے۔

پھر فرمایا اگر وہ چھینک مارے تو الحمدللہ کہے اب دیکھیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اسلام نے اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بیان فرمائیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں ہی میں زندگی ہے اول تو یہ چھینک کا کیوں خیال آیا، سوچنے والے سوچتے ہوں گے کہ روزمرہ کی باتیں ہوتی ہیں ابا سیاں بھی تو انسان لیتا ہے انگڑائیاں بھی تو لیتا ہے اس موقع پر کوئی دعا نہیں سکھائی گئی چھینک کے موقع پر کیوں دعا سکھائی گئی۔ آج جبکہ سائنس ترقی کر چکی ہے۔ جبکہ علم طب نے غیر معمولی تحقیق کے ذریعے بڑے بڑے راز دریافت کر لئے ہیں انسانی زندگی کے، تو یہ بات سامنے آئی ہے کہ چھینک عموماً اس وقت آتی ہے، جب کہ کوئی ایسا ذرہ دماغ کی طرف حرکت کر رہا ہے، ناک کی نالیوں میں کہ اگر وہ دماغ تک پہنچے تو اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پس غیر معمولی طاقت کے ساتھ وہ چھینک آتی ہے اور ایک سائنسی رسالے میں مَیں نے یہ پڑھا اور میں حیران رہ گیا کہ چھینک کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ سینکڑوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چھینک آتی ہے تا کہ کوئی ذرّہ جو دماغ کی طرف جارہا ہے۔ جس سے نقصان کا خطرہ ہے وہ آناًفاناً اس غیر معمولی دھکے سے باہر نکل جائے۔ پس آپ نے

دیکھا ہوگا، جو مرضی کر لیں، چھینک رکتی نہیں، کئی لوگوں کو میں نے دیکھا ہے، ناک کو دباتے ہیں، ادھر سے ادھر سے ہاتھ رکھتے ہیں، رومال رکھ لیتے ہیں، جو مرضی کریں آئی ہوئی چھینک نہیں رکتی، کیونکہ اس کی طاقت بڑی ہے۔ پیچھے دباؤ بہت غیر معمولی ہے۔ اس راز کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سمجھا دیا کہ غیر معمولی موقع ہے اور دعا کا وقت ہے، کیونکہ ایک بہت بڑا خطرہ ایک شخص کے لئے پیدا ہوا تھا، جو ٹال دیا گیا ہے تو فرمایا کہ جب تمہیں چھینک آئے تو کہا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے اس سے نجات بخشی اور جب کوئی سنے تو یہ کہے یرحمک اللہ اللہ تجھ پر رحم فرماتا رہے جس طرح اس دفعہ تجھ پر خدا نے رحم فرمایا ہے اس طرح آئندہ بھی رحم فرماتا رہے۔ تو بظاہر ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن اس کی کنہ تک جائیں اس کی تہہ تک اتر کر دیکھیں تو کتنا بڑا حکمت کا اس میں خزانہ ہے۔ ہزار ہا ایسے مواقع ہوتے ہیں جب انسان کو خدا تعالیٰ خطرات سے بچا لیتا ہے لیکن انسان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ مگر کم سے کم ان موقعوں پر جہاں انسان یقینی طور پر جانتا ہے کہ مجھے خدا نے اپنے فضل کے ساتھ ایک بڑے خطرے سے بچا لیا ہے ضروری ہے کہ انسان کا دل حمد کی طرف مائل ہو اور بھائیوں کا جو دیکھ رہے ہیں یہ فرض ہے کہ اس میں اس کی مدد کریں اور کہیں آئندہ بھی اللہ تجھ پر رحم فرماتا رہے، آئندہ بھی اللہ تعالیٰ تجھے اس قسم کے خطرات سے بچاتا رہے۔

تو آج کے لئے میں نے نمونۃً یہ ایک حدیث آپ کو سمجھانے کے لئے چنی تھی۔ خیر کی طرف بلانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ جو بات آپ اچھی سنیں وہ دوسروں تک پہنچائیں اور آنحضرت ﷺ کی محبت بھری، پیار بھری حکمت سے پُر نصیحتوں کو اپنے معاشرے میں عام کریں اپنے بچوں کو سکھائیں، اپنے بڑوں کو بتائیں اور اپنے غیروں کو بھی سمجھائیں۔ اللہ کرے کہ ہمیں اس کی توفیق ملے اور آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس بات کو آپ شیوہ بنالیں گے جیسا کہ میں نے آپ کو سمجھایا ہے کہ اپنی ذات سے نصیحت کا سفر شروع کریں گے اپنے گھر، اپنے ماحول میں نصیحت کرنے کی عادت ڈالیں گے، پیار اور محبت اور دعاؤں کے ساتھ نصیحت کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کی ذمہ داریاں آسان فرمادے گا جو غیروں کی تربیت کی ذمہ داریاں آپ پر ڈالی گئی ہیں اور جو دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ بعض جگہ اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہیں کہ انسان فکروں میں ڈوب جاتا ہے کہ ہم کیسے ان ذمہ داریوں کا حق ادا کرسکیں گے مگر آنحضورؐ کا طریق نصیحت یہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری باتوں

سے عظیم پاک تبدیلیاں پیدا فرمادیتے تھے اور آج بھی فرما رہے ہیں۔ آج بھی یہی باتیں ہیں جو آپ کے اور میرے دل پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ تو انہی باتوں کو اپنائیں اور اسی طرح کی نصیحت کے طریق اختیار کرتے ہوئے اپنی سوسائٹی کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی توفیقات کو بڑھائے اور آپ کی باتوں میں اثر پیدا کرے۔ خدا کرے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کی طرح ہماری نصیحتیں بھی ہمارے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی ہوں اور ہمارے کردار کی گہرائیوں سے اٹھنے والی ہوں تا کہ وہ دنیا کے دلوں اور کردار پر یکساں غالب آجائیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔